

امام رازی کے تفسیر کبیر کا منہج اور خصوصیات

The academic characteristics and style of the “Tafseer-e-Kabeer” Imam Razi.

ڈاکٹر محمد عزیز*

ڈاکٹر محمد ناصر**

Abstract

Imam Razi has earned a reliable name and fame in world of scholars. He was the great exponent of Islam and his famous and unique interpretive work on the Quran called “Tafseer Kabeer” is considered as remarkable and valuable work in the Muslim world. Originally it was named “Mafatih Al-Ghayb” however it was nicknamed as Tafsir Al-Kabir. Being a great research work, power of an argumentation and prudentiality, it is an incomparable Tafseer. Imam Razi was well versed, both in rationality and traditional religion. This commentary contains much of philosophical and intellectual interest. The nature of this commentary is big different from others in many way. He has explained, grammatical composition, and background of revelation with clarity and detail. It contains a strong refutation of all the erring sects of his time, namely, Jahmiyyah, Mu'tazilah, Mujassimah, etc.. The purpose of this research is to describe the methodology and techniques of Tafseer-e-Kabeer.

Key Words: Tafseer-e-Kabeer, Rationality, Theologian, Mu'tazilah.

امام رازی کے مختصر حالات:

امام فخر الدین رازی کا نام محمد، کنیت ابو عبد اللہ یا ابو الفضل اور لقب فخر الدین ہے، ہرات میں شیخ الاسلام کے نام سے پکارے جاتے تھے۔ آپ کے والد چونکہ رئے کے بہت نامور عالم اور خطیب تھے اس لئے آپ کو ”ابن الخطیب“ بھی کہا جاتا ہے۔¹

بعض نے آپ کا نسب ابو بکر صدیق کی طرف منسوب کیا ہے جبکہ امام صاحب کی تصریح کے مطابق سیدنا عمرؓ کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ کی ولادت ایران کے قدیم شہر ”رئے“ میں 544ھ کو ہوئی۔ اپنے والد سے علم الکلام اور فقہ کی تعلیم حاصل کی۔

* لیکچرر ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک تھیولوجی اسلامیہ کالج پشاور

** لیکچرر ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک تھیولوجی اسلامیہ کالج پشاور

آپ مسلک شافعی، علم الکلام اور فلسفہ میں اشعری مکتبہ فکر سے منسلک تھے۔ اسی وجہ سے معتزلی عقائد سے برسرِ پیکار رہے اور اپنے دلائل کی بناء پر حاوی رہے۔ آپ بیک وقت مفسر، فقیہ، متکلم اور فلسفی تھے۔ عقلی اور نقلی علوم پر آپ کی سو کے قریب تصانیف موجود ہیں۔ امام سبکی فرماتے ہیں: کان فصیح اللسان، قوی الجنان فقیہا اصولیا متکلما، صوفیا، خطیبا محدثا ادیا۔²

آپ فرق باطلہ کے خلاف رد میں مصروف رہتے تھے، اس بات سے مخالفین کو بڑی کوفت ہوتی تھی اور وہ آپ کو اپنے لئے خطرہ سمجھتے تھے سوچے سمجھے منصوبہ کے تحت آپ کو زہر دیا جس کے نتیجے میں 606ھ کو دوشنبہ کے دن 63 سال کی عمر میں وفات پائی۔

تفسیر کبیر کا تعارف:

تفسیر کبیر کا نام ”مفتاح الغیب“ ہے جبکہ یہ تفسیر کبیر کے نام سے مشہور ہے۔ تفسیر بالرائے کے منہج پر لکھی گئی چند قیمتی اور اہم تفاسیر میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ شومی قسمت کہ یہ تفسیر آپ کی حیات میں مکمل نہ ہو سکی۔ مورخین کے مطابق سورۃ انبیاء یا سورۃ فتح تک تو امام صاحب کی تصنیف ہے جبکہ باقی ماندہ مطابق قاضی شہاب الدین بن خلیل الخولی الدمشقی ہیں جبکہ ابن حجر عسقلانی کی رائے کے مطابق شیخ نجم الدین احمد بن محمد القموی نے کی۔

اس سلسلے میں سب سے زیادہ تسلی بخش رائے الاستاذ عبدالرحمن المعلمی کی ہے جنہوں نے اپنے مضمون ”حول تفسیر الفخر الرازی“ میں اختیار کیا ہے³۔ انھوں نے تفسیر کے داخلی علامات و شواہد سے امام رازی کے تحریر کردہ حصے کو متعین کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کے تحقیق کے مطابق:

۱۔ سورۃ فاتحہ تا سورۃ قصص

۲۔ سورۃ صافات، سورۃ احقاف

۳۔ سورۃ حشر، مجادلہ اور حدید

۴۔ سورۃ ملک تا سورۃ ناس

تو خود امام صاحب کی تحریر کردہ ہیں جبکہ باقی الخولی یا القموی کے لکھے ہوئے ہیں۔

اس تفسیر کا قلمی نسخہ مکتبہ الغازی خسرو بک میں موجود ہے۔⁴

اسلامیہ کالج کی لائبریری میں بھی اس کا ایک قدیم قلمی نسخہ موجود ہے جس میں ابتدائی دس پاروں کی تفسیر موجود ہے۔⁵

امام رازی کا منہج تفسیر

ہر آیت کی تفسیر میں امام رازی کا منہج:

۱۔ امام رازی کی امتیازی اسلوب یہ ہے کہ وہ آیت میں موجود الفاظ کی لغوی تحقیق کرتے ہیں۔

اشعار جاہلی یا عرب کے مستند شعرا کے کلام کو بطور استشہاد پیش کرتے ہیں۔

۲۔ آیات کے ذیل میں نحوی و صرفی ترکیب، بلاغی نکات، قراءات مختلفہ اور شان نزول سے

متعلق سلف سے منقول تمام اقوال ذکر کرنے کے بعد قول راجح کو ذکر کرتے ہیں۔

۳۔ آیت سے متعلق فقہی احکام کو تفصیل سے بیان کر کے امام شافعی رحمہ اللہ علیہ کے مذہب کو

ترجیح دیتے ہیں۔

۴۔ متعلقہ آیات کے تحت مختلف باطل فرقوں مثلاً جہمیہ، معتزلہ، مجسمہ وغیرہ کی دلیل ذکر کر

کے اس کی تردید کرتے ہیں۔

۵۔ کونیات پر تفصیل سے کلام کر کے وجود باری تعالیٰ کو جا بجا عقلی طور پر ثابت کرتے ہیں۔ یہ

امام رازی کی منفرد خصوصیت ہے۔

تفسیر کی خصوصیات:

امام صاحب اپنی تفسیر میں جمع اقوال پر اکتفا نہیں کرتے، بلکہ مختلف آراء میں کسی ایک کو ترجیح

دیتے ہیں۔ جس سے تفسیر کے متعلقہ علوم و فنون میں ان کی دسترس کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

مختلف تفسیری اقوال میں ترجیح کے لئے قائم کرتے ہوئے امام صاحب درجہ ذیل اصول پیش نظر رکھتے ہیں۔

۱۔ صحیح حدیث کو وجہ ترجیح بنانا

مثال کے طور پر قیامت کی علامات میں سے ایک علامت دابة الارض کا نکلنا ہے۔ پھر دابة الارض کی جسامت سے متعلق مختلف اقوال ہیں۔ مثلاً اس کی لمبائی ساٹھ گز ہوگی، دوسری روایت میں ہے کہ اس کا سر بادلوں کو چھولے گا۔ ابن جریج کے مطابق اس کا سر نیل کا، آنکھیں خنزیر کی، سینگ بھینس کے، سینہ شیر کا، رنگ چیتے کا، کوکھ گائے کی، دم مینڈھے کی اور کھراونٹ کا ہوگا۔

پھر اس کے نکلنے کی کیفیت میں بھی مفسرین کا اختلاف ہے۔

۱۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ وہ تین دن میں ایک چوتھائی حصہ نکلے گا۔

۲۔ حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ تین دن میں پورا نمودار ہوگا۔

پھر اس کے نمودار ہونے کی جگہ سے متعلق اختلاف ہے۔

۱۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب پوچھا گیا کہ مِنْ أَيْنَ تَخْرُجُ الدَّابَّةُ تو آپ نے فرمایا کہ مِنْ أَعْظَمِ الْمَسَاجِدِ

ان جیسے اقوال کو ذکر کرنے کے بعد امام رازی کا طریقہ یہ ہے کہ اگر صحیح حدیث ہو تو قبول کیا جائے گا بصورت دیگر چھوڑ دیا جائے گا چنانچہ فرماتے ہیں:

”وَأَعْلَمُ أَنَّهُ لَا دَلَالََةَ فِي الْكِتَابِ عَلَى شَيْءٍ مِنْ هَذِهِ الْأُمُورِ، فَإِنْ صَحَّ الْخَبَرُ فِيهِ عَنِ الرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ وَإِلَّا لَمْ يُلْتَفَتْ إِلَيْهِ.“⁶

۲۔ جو مفہوم عقل کے مطابق ہو، اس کو راجح قرار دیتے ہیں

چونکہ آپ معقولات کے امام تھے، جس کا اثر ان کی تفسیر میں جگہ جگہ نمایاں ہے۔ کونیات اور توحید باری تعالیٰ سے متعلق ان کے دلائل کا ثانی نہیں۔ لیکن کبھی کبھار اس رجحان کے زیر اثر وہ

خرق اجماع کے بھی مرتکب ہو کر اس مفہوم کو راجح قرار دیتے ہیں جو عقلی لحاظ سے درست ہو۔ مثلاً

۱۔ سورہ نساء کی آیت ”خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا“⁷ اور سورہ اعراف کی آیت ”هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا“⁸ کے ذیل میں اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ حضرت حوا علیہا السلام کو حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا کیا گیا جس کی تائید میں حدیث بھی موجود ہے۔ لیکن امام رازی ابو مسلم کے قول کو ترجیح دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی جنس سے ان کی بیوی کو پیدا کیا۔

”وَالْمُرَادُ خَلَقَ مِنَ النَّوْعِ الْإِنْسَانِيِّ زَوْجَةَ آدَمَ، وَالْمَقْصُودُ التَّنْبِيهُ عَلَى أَنَّهُ تَعَالَى جَعَلَ زَوْجَ آدَمَ إِنْسَانًا مِثْلَهُ“⁹

امام رازی کی رائے کے مطابق حضرت حوا علیہا السلام کو حضرت آدم کی طرح پیدا کیا جانا ممکن ہے تو پھر پسلی سے پیدا کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”فَلَمَّا ثَبَتَ أَنَّهُ تَعَالَى قَادِرٌ عَلَى خَلْقِ آدَمَ مِنَ التُّرَابِ كَانَ قَادِرًا أَيْضًا عَلَى خَلْقِ حَوَاءَ مِنَ التُّرَابِ، وَإِذَا كَانَ الْأَمْرُ كَذَلِكَ، فَأَيُّ فَائِدَةٍ فِي خَلْقِهَا مِنْ ضَلْعٍ مِنْ أَضْلَاعِ آدَمَ“¹⁰

اسی طرح سورہ کہف کی اس آیت کے ذیل میں

”حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِي عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا“¹¹

”یہاں تک کہ جب وہ آفتاب کے غروب ہونے کے مقام پر پہنچا تو سورج کو کیچڑ کی ایک نہر میں ڈوبتے دیکھا۔“

مفسرین فرماتے ہیں کہ سورج درحقیقت کیچڑ میں ڈوبتا ہے، لیکن امام رازی کے ہاں یہ تفسیر بالکل معقول نہیں ہے کیونکہ یہ خلاف عقل ہے، وجہ یہ ہے کہ فلکیات کے ماہرین کے ہاں سورج زمین سے کئی گنا بڑا ہے۔ اس لیے وہ کسی نہر میں کیسے ڈوب سکتا ہے؟

اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”أَنَّهُ تَبَتَ بِالذَّلِيلِ أَنَّ الْأَرْضَ كُرَّةٌ وَأَنَّ السَّمَاءَ مُحِيطَةٌ بِهَا، وَلَا شَكَّ أَنَّ الشَّمْسَ فِي الْفَلَكَ، وَأَيْضًا قَالَ: وَوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا وَمَعْلُومٌ أَنَّ جُلُوسَ قَوْمٍ فِي قُرْبِ الشَّمْسِ غَيْرُ مَوْجُودٍ، وَأَيْضًا الشَّمْسُ أَكْبَرُ مِنَ الْأَرْضِ بِمَرَّاتٍ كَثِيرَةٍ فَكَيْفَ يُعْقَلُ دُخُولُهَا فِي عَيْنٍ مِنْ عِيُونِ الْأَرْضِ“¹²

جب یہ بات ممکن نہیں اور اللہ سبحانہ کا کلام اس قسم کی تہمت سے خالی ہے۔ تو اب تاویل کے علاوہ کوئی چارہ نہیں۔

”كَانَ الَّذِي يُقَالُ: إِنَّهَا تَغِيبُ فِي الطِّينِ وَالْحَمَاءِ كَلَامًا عَلَى خِلَافِ الْيَقِينِ وَكَلَامُ اللَّهِ تَعَالَى مُبْرَأٌ عَنِ هَذِهِ التُّهْمَةِ، فَلَمْ يَبْقَ إِلَّا أَنْ يُصَارَ إِلَى التَّأْوِيلِ الَّذِي ذَكَرْنَاهُ“¹³

لیکن وہ اس اصول پر ہر جگہ عمل پیرا نہیں ہوتے بلکہ جہاں عقل اور وحی کا تقابل ہو تو وحی تو ترجیح دیتے ہیں۔

مثلاً سورۃ نمل کی آیت ”قَالَتْ نَمْلَةٌ يَا أَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسَاكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمَانُ وَجُنُودُهُ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ“¹⁴ کے تحت چیونٹی کا کلام اگرچہ خلاف عقل ہے لیکن مستبعد اور ناممکن نہیں اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں، اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس بات پر بھی قادر ہیں:

”أَمَّا قَوْلُهُ تَعَالَى: قَالَتْ نَمْلَةٌ فَالْمَعْنَى أَنَّهَا تَكَلَّمَتْ بِذَلِكَ وَهَذَا غَيْرُ مُسْتَبْعَدٍ، فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَادِرٌ عَلَى أَنْ يَخْلُقَ فِيهَا الْعَقْلَ وَالنُّطْقَ“¹⁵

۳۔ معنی حقیقی ممکن ہو، تو معنی مجازی متروک ہوگا

مثلاً حضرت نوح علیہ السلام کے واقعہ میں 'وفار التنور' کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں۔

۱۔ اس سے مراد وہ تنور ہے جس میں روٹی پکائی جاتی ہے۔

۲۔ سطح زمین ہے۔

۳۔ زمین کا بلند حصہ ہے۔

۴۔ طلوع صبح ہے۔

۵۔ یہ محاورہ تا واقعہ کی شدت کی تعبیر ہے۔

ان اقوال کو نقل کرنے کے بعد امام رازی رحمہ اللہ کلام کو حقیقی معنی پر محمول کرتے ہوئے اس

سے وہی معنی مراد لیتے ہیں جہاں روٹی پکائی جاتی ہے۔

الأصلُ حملُ الكلامِ على حقيقتهِ ولفظُ التنورِ حقيقةً في الموضعِ الذي يُخبزُ فيه فوجبَ حملُ اللفظِ عليهِ ولا امتناعَ في العقلِ في أن يُقالَ: إنَّ الماءَ نبعٌ أولاً من موضعٍ مُعينٍ وكانَ ذلكَ الموضعُ تنوراً.¹⁶

۲۔ اسی طرح سورہ بقرہ کی آیت ”وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ

مِنْ مِثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ“¹⁷ میں شہدائے متعلق مختلف

اقوال نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس سے مراد اعوان اور انصار ہیں۔ کیونکہ حقیقی معنی یہی ہے۔

”في المراد من الشهداء وجهان: الأول: المراد من ادعوا فيه الإلهية وهي الأوتان، الثاني: المراد من الشهداء أكابرهم أو من يوافقهم في إنكار أمرٍ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ“

فرماتے ہیں کہ بہتر یہ ہے کہ اس کو اکابر پر محمول کریں اس لئے کہ شہدائے کالفظ ظاہری طور پر اس

پر دلالت کرتا ہے جو حاضر ہو اور دیکھ سکے اور یہ بات ان کے رواساء پر صادق آتی ہے۔ بتوں پر

اس لفظ کا اطلاق بطور مجاز کے ہوگا۔ لفظ کا حقیقی معنی مراد لینا اسکے مجازی معنی سے بہتر ہے۔

”وَذَلِكَ لِأَنَّ لَفْظَ الشُّهَادَةِ لَا يُطْلَقُ ظَاهِرًا إِلَّا عَلَى مَنْ يَصِحُّ أَنْ يُشَاهِدَ وَيَشْهَدَ فَيَتَحَمَّلُ بِالْمُشَاهَدَةِ وَيُؤَدِّي الشَّهَادَةَ، وَذَلِكَ لَا يَتَحَقَّقُ إِلَّا فِي حَقِّ رُؤَسَائِهِمْ، أَمَّا إِذَا حَمَلْنَاهُ عَلَى الْأَوْثَانِ لَزِمَ الْمَجَازُ، فِي إِطْلَاقِ لَفْظِ الشُّهَادَةِ عَلَى الْأَوْثَانِ -وَإِذَا ثَبَتَ ذَلِكَ ظَهَرَ أَنَّ حَمْلَ الْكَلَامِ عَلَى الْحَقِيقَةِ أَوْلَى مِنْ حَمْلِهِ عَلَى الْمَجَازِ.“¹⁸

۳۔ جب تک لفظ کو ظاہری معنی پر محمول کرنا ممکن ہو تو امام رازی تاویل کے قائل نہیں ہیں۔
”فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ أَتَيْنَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِينَ.“¹⁹

” انہوں نے زمین اور آسمان کو آنے کو کہا سو انہوں نے تابعداری کی اور آگئے۔“

اس آیت کریمہ کے ذیل میں امام رازی رحمہ اللہ نے آیت کے ظاہری معنی کو ترجیح دی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اگر اللہ نے زمین اور آسمان کو عقل و فہم دی ہو پھر ان کو مکلف بنا کر ان کو حکم دیں تو اس میں کون سی چیز مستبعد ہے۔ کیا دیکھتے نہیں کہ قیامت کے دن اللہ کے حضور انسان کے ہاتھ پاؤں اسکے خلاف گواہی دیں گے۔ یہ احتمال اس لئے مضبوط ہے کہ جب تک کوئی مانع نہ ہو تو لفظ کو ظاہری معنی پر رکھنا اولیٰ ہے اور یہاں کوئی مانع نہیں ہے۔ فرماتے ہیں:

”إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى أَمَرَهُمَا بِالْإِثْبَانِ فَاطَّاعَاهُ قَالَ الْقَائِلُونَ بِهِذَا الْقَوْلِ وَهَذَا غَيْرُ مُسْتَبْعَدٍ، أَلَا تَرَى أَنَّهُ تَعَالَى أَمَرَ الْجِبَالَ أَنْ تَنْطِقَ مَعَ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ: ” يَا جِبَالُ أُوِّبِي مَعَهُ وَالطَّيْرُ“²⁰ - وَاللَّهُ تَعَالَى تَجَلَّى لِلْجِبَلِ قَالَ: ” فَلَمَّا تَجَلَّى رَبُّهُ لِلْجِبَلِ“²¹ - وَاللَّهُ تَعَالَى أَنْطَقَ الْأَيْدِيَّ وَالْأَرْجُلَ فَقَالَ: يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ - وَإِذَا كَانَ كَذَلِكَ فَكَيْفَ يُسْتَبْعَدُ أَنْ يَخْلُقَ اللَّهُ فِي ذَاتِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ حَيَاةً وَعَقْلًا وَفَهْمًا، ثُمَّ يُوجِّهُ الْأَمْرَ وَالتَّكْلِيفَ عَلَيْهِمَا، وَيَتَأَكَّدُ هَذَا الْإِحْتِمَالُ بِوُجُوهِ الْأَوَّلِ: أَنَّ الْأَصْلَ حَمْلُ اللَّفْظِ عَلَى ظَاهِرِهِ إِلَّا إِذَا مَنَعَ مِنْهُ مَانِعٌ، وَهَاهُنَا لَا مَانِعَ.“²²

اسرائیلیات اور غیر ضروری مباحث کی تحقیق سے احتراز

کتب تفسیر میں ایک بڑا حصہ غیر ضروری مباحث اور اسرائیلی روایات کا ہے۔ قرآن مجید میں ام سابقہ یا رسول اللہ کے زمانہ کے جن واقعات و احوال کا اجمالاً تذکرہ ہوا ہے۔ اس اجمال کی تفصیل فراہم کرنے کے شوق میں بعض غیر محتاط مفسرین نے بے سرو پا روایات کا سہارا لیا ہے۔ یہ روایات عموماً علمی بنیادوں سے محروم اور سطحی قسم کے ہوتے ہیں۔ نہ روایت کے معیار پر پورا اترتی ہیں اور نہ ہی درایتاً قابل استدلال ہیں۔ اس وجہ سے محقق مفسرین نے ان کو اپنی تفسیروں اس طرح کی روایات کو جگہ دینے سے گریز کیا ہے۔ امام رازی بھی اس معاملے میں محتاط نظر آتے ہیں۔ آپ اصول روایت اور درایت کے ممتاز مقام کے حامل ہیں اس لئے ان روایات کو تفسیر کبیر میں جگہ نہیں ملی۔

اسرائیلی روایات کی دو قسمیں ہیں:

- ۱۔ وہ روایات جو قرآن مجید یا اصولیات دین کے مسلمہ اصولوں سے ٹکراتے ہوں۔
- ۲۔ وہ روایات جو مسلمات دین سے تو نہ ٹکرائیں لیکن قرآن فہمی یا تفسیر میں ان کی کوئی اہمیت بھی نہ ہوں۔

پہلی قسم کی روایات امام رازی ذکر نہیں کرتے البتہ دوسری قسم کی روایات کو نقل تو کرتے ہیں، لیکن ان کی تردید یا تائید کیے بغیر یہ کہہ کر گزر جاتے ہیں کہ ان سے متعلق بحث کرنا ایک بے کار مشغلہ ہے۔ ہم ان روایات میں دلچسپی رکھتے ہیں اور نہ ہی ان سے کوئی دینی احکام ثابت ہوتے ہیں۔ مثلاً: ذوالقرنین کے نام کے حوالے سے مختلف روایات اور اقوال ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ: جو بھی نام ہو ہمیں اس بات کے کھوج لگانے میں کوئی دلچسپی نہیں۔

”ثم اختلفوا فيم سمي ذا القرنين: قَالَ بَعْضُهُمْ: سمي ذا القرنين؛ لأنه دعا قومه إلى توحيد الله والإيمان به؛ فضر به على قرنه الأيمن، ثم غاب ما شاء الله، وفي بعض الأخبار مات، ثم حضر فدعاهم ثانياً فضر به على قرنه الأيسر؛ فبقي عليه لذلك أثر؛ فسمي لذلك ذا القرنين، لا أن كان له قرن كقرن الثور. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: سمي ذا القرنين؛ لأنه كان له ذؤابتان، أعني:

ضعفیرتان۔۔۔وقَالَ بَعْضُهُمْ سَمِي: ذَا الْقَرْنَيْنِ؛ لِأَنَّهُ عَاشَ حَيَاةَ قَرْنَيْنِ، وَاللَّهُ
أَعْلَمُ بِذَلِكَ، وَلَيْسَ لَنَا إِلَى مَعْرِفَةِ ذَلِكَ حَاجَةٌ. 23

اصحاب کہف کے متعلق اس آیت (وَتَحْسِبُهُمْ أَيْقَاطًا وَهُمْ رُقُودٌ) کی تفسیر کرتے ہوئے
فرماتے ہیں کہ نہ جانے اللہ تعالیٰ نے کس معنی میں فرمایا کہ آپ ان کو جاگتے ہوئے گمان کریں گے
حالانکہ وہ سوئے ہیں۔ سوجب اللہ تعالیٰ نے اس کی وضاحت نہیں فرمائی ہے تو ہم اپنے طور پر تفسیر
کرنے کی جسارت نہیں کرتے۔ ”ولکن لا ندري لأي معنى ذكر أنه يحسب الناظر إليهم
كأنهم أيقاظ وهم رقود؟ وإذا لم يبين الله ذلك فلا نفسر. 24

موسیٰ علیہ السلام کے عصا کی ماہیت سے متعلق مختلف اقوال نقل کرتے ہیں:

۱۔ وہ لاٹھی عام درخت کی ٹہنی تھی

۲۔ یہ جنت سے لائی گئی تھی

۳۔ اس کی لمبائی دس گز تھی موسیٰ علیہ السلام کے قد کے برابر

لیکن امام صاحب فرماتے ہیں کہ قرآن میں اس کی مقدار جو ذکر کی گئی ہے وہ اتنی ہے کہ اس پر
ٹیک لگائی جاسکے۔ اس کے علاوہ کسی قول کو ترجیح نہیں دی جاسکتی۔

”وَاعْلَمَ أَنَّ السُّكُوتَ عَنْ أَمْثَالِ هَذِهِ الْمَبَاحِثِ وَاجِبٌ لِأَنَّهُ لَيْسَ فِيهَا نَصٌّ
مُتَوَاتِرٌ قَاطِعٌ وَلَا يَتَعَلَّقُ بِهَا عَمَلٌ حَتَّى يَكْتَفِيَ فِيهَا بِالظَّنِّ الْمُسْتَفَادِ مِنْ أَخْبَارِ
الْأَحَادِ فَالْأَوْلَى تَرَكُهَا. 25

اسی طرح اس لاٹھی کے فوائد سے متعلق مختلف اقوال نقل کر کے فرماتے ہیں کہ جو باتیں صحیح
حدیث سے ثابت تو وہ مقبول ہیں ورنہ یہ باتیں قابل اعتناء نہیں۔

وَاعْلَمَ أَنَّ الْفَوَائِدَ الْمَذْكُورَةَ فِي الْقُرْآنِ مَعْلُومَةٌ فَأَمَّا الْأُمُورُ الَّتِي هِيَ غَيْرُ
مَذْكُورَةٍ فِي الْقُرْآنِ/ فَكُلُّ مَا وَرَدَ بِهِ خَيْرٌ صَحِيحٌ فَهُوَ مَقْبُولٌ وَمَا لَا. 26

سورۃ تحریم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے اوپر شہد حرام کرنے کے حوالے سے ازواج النبی کے درمیان پیدا ہونے والے واقعہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ ہمیں اس سبب معلوم کرنے کی قطعاً حاجت نہیں۔

ومنہم من قال: إن الذي حرمه النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كان عسلاً، كان رسول الله عليه السلام شربه عند بعض نسائه، فقالت امرأة من نسائه لصاحبته: إذا جاءك النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فقولي له: ما ربح المغافير فيك؟ فقالت للنبي؛ فحرمه النبي عليه السلام فزلت هذه الآية.

اس کے بعد فرماتے ہیں:

وليس لنا إلى تعرف السبب الذي وقع التحريم به، ولا إلى تعيين الشيء الذي حرمه النبي عليه السلام حاجة، ولكننا نعلم أن الأمر الذي كان فهو جرى بينه وبين زوجاته.²⁷

خصوصیات:

تفسیر کبیر کی نمایاں ترین خصوصیت، جس کا اعتراف اکابر اہل علم نے کیا ہے، اس کی جامعیت ہے۔ وہ جس مسئلہ پر لکھتے ہیں، اس کے متعلق جس قدر مباحث ان سے پہلے پیدا ہو چکے ہیں، ان سب کا استفصا کر دیتے ہیں۔ محمد حسین ذہبی لکھتے ہیں:

”رازی کی تفسیر کو علما کے ہاں عام شہرت حاصل ہے کیونکہ دوسری کتب تفسیر کے مقابلے میں اس کا امتیاز یہ ہے کہ اس میں مختلف علوم سے متعلق وسیع اور بھرپور بحثیں ملتی ہیں۔“²⁸

نقائص:

تفسیر کبیر اپنے تمام محاسن اور خصوصیات کے باوجود چند نقائص سے خالی نہیں۔ کیونکہ یہ ایک انسانی کاوش ہے۔ یہ نقائص اور کمی اس کی عظمت اور شان کو کم نہیں کر سکتے۔ بہر حال ایک کمی ہے جو اس تفسیر میں موجود ہے۔

1- جگہ جگہ فلسفیانہ دقیق مباحث اور اصطلاحات کا درآنا

- 2- فروعی مسائل کو اہتمام سے ذکر کرنا اور مسلک شافعی کو ثابت کرنے کی از حد کوشش کرنا
3- مقامات پر صحیح حدیث کرر دکر کے عقلی توجیہ کو اولی قرار دینا

نتائج بحث:

اپنے منہج کے اعتبار سے تفسیر کبیر دوسرے تفاسیر سے ممتاز اور منفرد ہے۔ یہ ایک خاص معقولی اور فلسفیانہ ماحول میں لکھی گئی ہے اسی وجہ سے اس میں فلسفہ اور کلامی مباحث موجود ہیں۔ امام رازی نے جہاں محاورات عرب اور جاہلی اشعار سے استدلال کیا گیا ہے وہاں کثیر تعداد میں احادیث اور آثار کو اپنی تفسیر کی زینت بنایا ہے۔ ناقدین نے منطقی اور فلسفیانہ مباحث کو بنیاد بنا کر اس پر اعتراضات کیے ہیں لیکن ان اعتراضات اس کی شان میں کمی نہیں کر پائے۔ کیونکہ یہ ایک انسانی کاوش ہے اور انسان اپنی جبلت اور اصل میں کمزور بنا کر پیدا کیا گیا ہے۔

- 1 الصفدی، الوانی بالوفیات، جلد ۴، ص ۲۲۸، المكتبة الهاشمیة دمشق، ط ۱۹۵۹م
- 2 السبکی، طبقات الشافعی جلد ۷، ص ۲۴۲، ط ۱، طبع عیسی البانی الجلی ۱۹۵۶م
- 3 المعلمی، عبدالرحمن بن یحیی بن علی، بحث حول تفسیر فخر الرازی www.ahlalhdeth.com
- 4 جامع الغازی خسرو بک، ایک مسجد ہے جو کہ جنوب مشرق یورپ کے ایک ملک بوسنیا ہرزگووینا کے دارالخلافہ سراچیوو میں واقع ہے۔ جو ۱۵۳۱ء میں غازی خسرو بک کے ہاتھوں وجود میں آگیا۔ اس کا شمار بوسنیا ہرزگووینا کے بڑے اور تاریخی مساجد میں شمار ہوتا ہے۔
- 5 دیکھیے: <http://www.alukah.net/library/0/76069/>
- 6 دیکھیے: لباب المعارف، دارالعلوم الاسلامیہ، جلد ۱، ص ۱۳۳
- 7 تفسیر کبیر، جلد ۲۴، ص ۵۷۲
- 8

- 9 تفسیر کبیر، جلد ۱۵، ص ۴۲۹
- 10 تفسیر کبیر، جلد ۹، ص ۴۷۸
- 11 الکہف: ۱۸، ۸۶
- 12 تفسیر کبیر، جلد ۲۱، ص ۴۹۶
- 13 تفسیر کبیر، جلد ۲۱، ص ۴۹۶
- 14 النمل، ۱۸/۲۷
- 15 تفسیر کبیر، جلد ۲۴، ص ۵۳۸
- 16 تفسیر کبیر، جلد ۱، ص ۴۴۷
- 17 البقرۃ، ۲/۲۳
- 18 تفسیر کبیر، جلد ۲، ص ۳۵۰
- 19 فصلت: ۱۱/۴۱
- 20 سبا: ۱۰/۳۴
- 21 الاعراف ۱۴۳
- 22 تفسیر کبیر، جلد ۲، ص ۵۴۹
- 23 تفسیر کبیر، جلد ۲، ص ۲۰۶
- 24 تفسیر کبیر، جلد ۷، ص ۱۴۹
- 25 تفسیر کبیر، جلد ۳، ص ۵۲۷
- 26 تفسیر کبیر، جلد ۳، ص ۵۷۱
- 27 تفسیر کبیر، جلد ۱۰، ص ۷۷
- 28 التفسیر والمفسرون، ۲۹۳